(۳۷)

مسجد اقصیٰ کی توسیع کی ضرورت اور آلۂ نشر الصوت لگانے کا ارشاد

تحریک جدید کے ماتحت مخلصین جماعت کی مالی قربانی مزید سات سال تک ممتد کرنے کا مقصد

(فرمودہ ۳/دسمبر ۱۹۳۷ء)

تشہّد ،تعوّ ذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

سب سے پہلے تو میں صدر انجمن احمدیہ کے اس محکمہ کو توجہ دلاتا ہوں جو مساجد کا انتظام کرتا ہے کہ دو سال سے مساجد اور مہمان خانہ کی توسیع کیلئے چندہ جمع ہو رہا ہے۔ مہمان خانہ تو خیر بن گیا ہے لیکن مساجد میں ابھی تک کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ حالانکہ برابر دو سال سے جماعت کیلئے جمعہ کی نماز پڑھنا نہایت ہی مشکل ہو رہا ہے۔ اس تنگی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جن لوگوں کو جگہ نہیں ملتی یا ایسی جگہ ملتی ہے جہاں آواز یا تو پہنچ ہی نہیں سکتی یا پہنچتی ہے تو ٹھیک طرح نہیں پہنچتی، ان میں سے وہ کمزور طبع لوگ جو روحانیت میں پکے نہیں گھروں میں ہی رہ جایا کریں گے اور خیال کرلیا کریں گے کہ جگہ تو ملتی نہیں مسجد میں جا کر کیا کرنا ہے۔ ہر جمعہ کی نماز بیسیوں لوگ گلی میں پڑھتے ہیں اور یہ حالت استثنائی نہیں بلکہ یہ ایک قانون بن گیا ہے اور یہ صرف اس وجہ سے ہے کہ مسجد میں مزید ایک بھی آدمی کی گنجائش نہیں ہوتی۔ میں نہیں سمجھتا کہ وہ

روپیہ جو توسیع مساجد کیلئے جمع ہو چکا ہے کیوں جمع رکھا ہوا ہے اور کیوں اسے معاً خرچ کر کے مساجد کو وسیع نہیں کیا جاتا۔ جہاں تک مجھے علم ہے اِس وقت تک تین چار ہزار روپیہ جمع ہے۔ اور گو مجھے عمارت وغیرہ کے متعلق واقفیت نہیں پھر بھی یہ کہہ سکتا ہوں کہ تین ہزار روپیہ لگا کر ایسی تبدیلی کی جاسکتی ہے کہ یہ ساری مسجد مردوں کیلئے ہی رہ جائے بلکہ اور بھی بڑھائی جاسکے اور عورتوں کیلئے علیحدہ جگہ بن سکے۔ اِردگرد کے مکانات سب خریدے جاچکے ہیں۔ اگر صرف گلی کو ہی پاٹ لیا جاتا تو دوسرا مکان ساتھ ملا کر ہزار بارہ سَو آدمی کیلئے اور جگہ نکل سکتی ہے اور کچھ حصہ عورتوں کیلئے وقف کیا جاسکتا ہے۔

اس کے علاوہ خطبہ جمعہ کے متعلق دیر سے یہ سوال پیدا ہو چکا ہے کہ اب لوگ اس کثرت سے ہوتے ہیں کہ ہر ایک تک آواز پہنچانا مشکل ہوتا ہے اور ادھر اللہ تعالیٰ نے لاؤڈ سپیکر بھی ایجاد کرا دیئے ہیں پھر کوئی وجہ نہیں کہ اس سے فائدہ نہ اُٹھایا جائے۔ قریباً چھ ماہ کا عرصہ ہوا مجھے بتایا گیا تھا کہ ایک دوست نے اپنے خرچ پر لاؤڈ سپیکر لگوا دینے کا وعدہ کیا ہے مگر معلوم نہیں ابھی تک لگا کیوں نہیں۔ جب یہ حقیقت ہے کہ اس کی ضرورت بھی ہے، ایک دوست نے وعدہ بھی کیا ہوا ہے تو پھر دیر کیوں ہے۔ منتظمین کو یاد رکھنا چاہئے کہ جتنے لوگ خطبہ سننے سے محروم رہتے ہیں اُتنا ہی وہ اِس غرض کو فوت کرتے ہیں جس کیلئے جمعہ رکھا گیا ہے۔ شریعت نے خطبہ کو اِس قدر اہمیت دی ہے کہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے حق میں سے بھی کچھ وقت بندہ کو چھوڑ دیا ہے۔ گویا اس طرح اللہ تعالیٰ تمثیلی زبان میں فرماتا ہے کہ لو اس اہم کام کے لئے ہم بھی بندہ کو یہ وقت بطور تحفہ دیتے ہیں۔ کیونکہ جو شخص جمعہ کی نماز میں شامل نہ ہو سکے اسے ظہر کی چار رکعتیں ہی پڑھنی پڑتی ہیں مگر جمعہ کی اللہ تعالیٰ نے دو رکھی ہیں اور دو خطبہ کیلئے چھوڑ دی ہیں۔ اِس سے خطبہ کی عظمت کا پتہ لگ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اِس کیلئے اپنی نماز میں سے وقت چھوڑ دیا ہے۔ گویا اسے اتنی اہمیت دی ہے کہ اس میں دو رکعت کے وقت کا چندہ اپنی طرف سے دیا ہے اور فرمایا ہے کہ جمعہ کے روز جو لیکچر ہو اُس میں سے دو رکعت نماز کا وقت ہماری طرف سے بھی چھوڑا جاتا ہے۔ اور جس کام کیلئے اللہ تعالیٰ اپنی ذاتی عبادت میں سے وقت دے اس کی اہمیت ظاہر ہے۔ پھر جمعہ کو اس قدر اہمیت ہے کہ ایک سورۃ قرآن شریف میں اسی نام سے ہے۔ پس اس عظیم الشان نیکی سے جماعت کے ایک حصہ کو بلا وجہ ایک لمبے عرصہ کیلئے محروم رکھنا بہت ہی بُری بات ہے۔ جب ایک چیز ایجاد ہو چکی ہے، اس کی ضرورت بھی موجود ہے اور ایک دوست اخراجات ادا کرنے کا وعدہ بھی کر چکے ہیں تو کوئی وجہ نہیں

کہ لوگوں کو ثواب سے محروم رکھا جائے۔ اسی طرح مساجد کی توسیع کا کام ہے۔ اس کیلئے بھی روپیہ جمع ہے، مکانات خریدے جاچکے ہیں۔ پھر اس میں تاخیر کے کیا معنی ہیں (مجھے بتایا گیا ہے کہ لاؤڈ سپیکر کیلئے امریکہ آرڈر دیا گیا ہے اور مسجد کی توسیع کی رقم ابھی اس قدر نہیں کہ اس کام کو شروع کیا جاسکے۔ لیکن میں نے تاکید کر دی ہے کہ کام فوراً شروع کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ سامان پیدا کر دے گا)۔

اس کے بعد میں دوستوں کو اختصار کے ساتھ اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ تحریک جدید کے مالی حصہ کے نئے دور کا اعلان گزشتہ جمعہ میں کر چکا ہوں۔ اور جیسا کہ میں نے بتایا ہے میری یہ سکیم ہے کہ اس کی مالی تحریک کو سات سال کے عرصہ میں ختم کر دیا جائے اور سے درجہ بدرجہ اس طرح کم کرتے جائیں کہ آخری تین سالوں میں یہ چندہ پچاس فیصدی رہ جائے گا اور پھر سات سال کے بعد بالکل چھوڑ دیا جائے گا۔ کیونکہ کوشش ہو رہی ہے کہ ایسا مستقل سرمایہ مہیا ہو جائے کہ تحریک جدید کے کاموں کیلئے کسی علیحدہ چندہ کی ضرورت ہی نہ رہے۔ سوائے اس کے کہ کبھی کوئی خاص ضرورت پیدا ہو جائے۔ لیکن عام ضروریات کیلئے مستقل سرمایہ ہو۔ اس وقت تحریک جدید کے ماتحت ہم گیارہ بارہ مشن قائم کر چکے ہیں اور ان کا کام اس قدر کفایت سے چلایا جاتا ہے کہ ان پر اس رقم سے بھی کم خرچ ہوتا ہے جو ہمارے پُرانے دو تین مشنوں پر خرچ ہوتی ہے۔ ان مشنوں میں سے تین تو یورپ میں ہیں جس کے ممالک کی گرانی مشہور ہے اور ایک امریکہ میں جہاں یورپ سے بھی زیادہ گرانی ہے۔ مگر ان سب پر روپیہ اس سے بھی کم خرچ ہو رہا ہے جو پُرانے دو تین مشنوں پر ہوتا ہے اور یہ ان نوجوانوں کے تعاون کی وجہ سے ہے جو باہر گئے ہوئے ہیں اور جنہوں نے یہ وعدہ کیا ہے کہ خود تکالیف اُٹھا کر بھی دین کا کام کریں گے۔ اس لئے ان چار مشنوں پر ہمارا اتنا بھی خرچ نہیں ہوتا جتنا صرف انگلستان کے مشن پر ہو رہا ہے۔ انگلستان کے مشن پر قریباً سات آٹھ سَو روپیہ ماہوار خرچ ہوتا ہے اور یہ بھی اب کم ہوا ہے پہلے گیارہ بارہ سَو ہوتا تھا مگر ان چار مشنوں پر قریباً ۵۲۷ روپے ماہوار خرچ ہو رہا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ خرچ لٹریچر کے علاوہ ہے یعنی رسالے اور کتب وغیرہ ان مشنوں کو علیحدہ مہیا کی جاتی ہیں مگر یہ خرچ انگلستان کے مشن پر بھی الگ ہوتا ہے۔ اور یہ خرچ ایسا ہے کہ ہم جتنا چاہیں کر سکتے ہیں۔ جتنا لٹریچر چھپوائیں اسی کے لحاظ سے خرچ ہوگا۔ خواہ دس لاکھ کریں یا ایک سَو کریں۔ جہاں تک کام کرنے والوں کا دخل ہے چار مشنوں پر صرف پونے تین سَو روپے ماہوار کے قریب خرچ ہے۔ ان میں سے ایک مشن یعنی امریکہ کا مشن تو ایسا ہے جہاں اللہ تعالیٰ

کے فضل سے بہت ہی کامیابی ہو رہی ہے۔ وہاں کا مشنری خود محنت کر کے اپنا گزارہ کرتا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ نے ایک مخلص جماعت عربوں کی بھی ایسی دے دی ہے جو چندہ دیتی ہے اور ان کا چندہ اب یہاں بھی آنا شروع ہو گیا ہے اور امید ہے کہ وہاں جلد ترقی ہوتی جائے گی۔ کیونکہ وہاں ایک خاصی تعداد عربوں کی ہے جو سلسلہ کی طرف متوجہ ہیں۔ ان کے علاوہ چین میں، جاپان میں اور سٹریٹ سیٹلمنٹ میں بھی ہمارے مشن قائم ہو چکے ہیں اور دو دو مبلغ وہاں کام کرتے ہیں۔ اور پھر مصر اور افریقہ میں بھی مبلغین پہنچ چکے ہیں اور ان میں سے بعض ایسے ہیں جو اپنے خرچ پر ہی کام کر رہے ہیں یا برائے نام امداد لیتے ہیں اور بعض تو گئے بھی اپنے خرچ پر ہیں۔ جن مبلغوں کو خرچ جاتا ہے اُنہیں بھی ہماری ہدایت یہ ہے کہ خرچ بہت ہی کم کریں۔ ان کے علاوہ کچھ مشن ہندوستان میں بھی تحریک جدید کے ماتحت قائم ہیں۔ مثلاً دیرووال ضلع امرتسر میں یا مکیریاں ضلع ہوشیار پور میں، ایک مشن کراچی میں ہے۔ ان میں بعض لوگ برائے نام گزارہ پر کام کرتے ہیں اور باقی جماعت کے دوست مہینہ مہینہ یا بیس بیس یا دس دس دن جا کر کام کرتے ہیں۔ ان مشنوں کے علاوہ انگریزی لٹریچر کی ضرورت کو بھی پورا کیا جا رہا ہے۔ انگریزی اخبار ایک سن رائز لاہور سے اور ایک مسلم ٹائمز لندن سے شائع ہوتے ہیں۔ ان میں سے بِالخصوص سن رائز کی ضرورت اور اہمیت کو بہت محسوس کیا جا رہا ہے۔ اور یہ پرچہ اگرچہ ہمیں قریباً مفت ہی دینا پڑتا ہے مگر فائدہ بہت ہے۔ امریکہ سے نَومسلمین نے لکھا ہے کہ یہ اخبار بہت ضروری ہے اور اسے پڑھ کر ہمیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم لوگ بھی جماعت کا ایک حصہ ہیں۔ خصوصاً اس میں جو خطبۂ جمعہ کا ترجمہ ہوتا ہے وہ ہمارے لئے ایمانی ترقیات کا موجب ہے۔ پہلے ہم یوں سمجھتے تھے کہ جماعت سے کٹے ہوئے الگ تھلگ ہیں مگر اب خطبہ پہنچ جاتا ہے اور ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ ہم بھی گویا جماعت کا ایک حصہ ہیں۔ اس کے علاوہ کتابیں بھی شائع کی جاتی ہیں۔ پہلے احمدیت کو شائع کیا گیا اور دو تین اور کتابیں اس سال بھی شائع کی جا رہی ہیں۔ قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ جس کیلئے مولوی شیر علی صاحب ولایت گئے ہوئے ہیں، اس کیلئے بھی تحریک جدید سے ایک معقول رقم علیحدہ کر دی گئی ہے۔

اس کے علاوہ غرباء کے لئے کارخانے بھی جاری کئے گئے ہیں تا یتامٰے اور مساکین بچے تعلیم پا سکیں۔ اِس وقت بیس بائیس ایسے طالب علم ہیں جن میں سے بعض کا تو سارا خرچ ہمیں برداشت کرنا پڑتا ہے اور بعض کو امداد دینی پڑتی ہے اور ان کیلئے دینی تعلیم کا تمام خرچ ہمیں کرنا پڑتا ہے۔ یہ ایک

مستقل کام ہے جسے تین سال کے بعد چھوڑا نہیں جاسکتا۔ پھر ابھی تک کئی ممالک ایسے ہیں جہاں مبلغین پہنچنے چاہئیں مگر نہیں پہنچے۔ مومن کسی نیک کام کو شروع کر کے اُسے بند نہیں کرتا بلکہ اسے بڑھاتا ہے اور یہی نیت میری ہے کہ اگر خدا تعالیٰ توفیق دے تو ہر ملک میں مشن قائم کر دیئے جائیں۔ اب تک تو صرف یہ کوشش کی گئی ہے کہ زیادہ سے زیادہ ممالک میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام پہنچا دیا جائے اور اس میں بعض ناتجربہ کار لوگوں سے کام لینا پڑا ہے۔ بعض کام ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں تجربہ کاروں کا انتظار نہیں کیا جاسکتا۔ کسی شخص کے مکان پر ڈاکوؤں نے حملہ کیا ہوا ہو تو کیا وہ یہ انتظار کرتا ہے کہ سپاہی آئیں تو ان سے لڑائی کریں؟ نہیں بلکہ اس کے گھر کے لوگوں میں سے جس کے ہاتھ میں لٹھ آ جائے وہ لٹھ لے کر، جس کے ہاتھ میں کدال ہو وہ کدال لے کر مقابلہ کیلئے کھڑا ہو جاتا ہے۔ اُس وقت تجربہ کاروں کے انتظار میں وقت ضائع نہیں کیا جاتا۔ تو یہ جو مشن ہیں یہ ناتجربہ کار نوجوانوں کو بھیج کر قائم ہوئے ہیں اور اس وجہ سے ان سے غلطیاں بھی ہوتی رہتی ہیں اور کچھ انہیں خود بخود تجربہ ہوتا جاتا ہے ار کچھ اہم اصلاح کرتے ہیں۔ مگر اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام ان ممالک میں پھیل رہا ہے اور خدا کا یہ کلام پورا ہو رہا ہے کہ میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ اور ہم اس کے پورا کرنے میں ممد ہو رہے ہیں۔ مگر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ایسے عظیم الشان کام کیلئے تجربہ کار مبلغ ہی زیادہ مفید ہوسکتے ہیں مگر ایسے مبلغ ہمارے پاس ہیں نہیں۔ جو مبلغ جامعہ احمدیہ سے نکلتے ہیں وہ انگریزی نہیں جانتے۔ اسی دن کیلئے میں برابر دس سال سے اس بات پر زور دے رہا تھا کہ مبلغین کیلئے انگریزی لازمی رکھی جائے۔ گو یہ دین کا حصہ نہیں مگر دین کا کام فی زمانہ اِس کے بغیر نہیں کیا جاسکتا۔ مگر افسوس ہے کہ محکموں نے میرے ساتھ تعاون نہیں کیا اور جو مبلغ نکلتے ہیں وہ اس کا چوتھا حصہ بلکہ دسواں حصہ انگریزی بھی نہیں جانتے جتنی کہ بیرونی ممالک میں کام کرنے کیلئے جاننا ضروری ہے۔ اور اس لئے ہمیں ایسے نوجوانوں سے کام لینا پڑتا ہے جو انگریزی دان ہوتے ہیں، مگر وہ دینیات سے اچھی طرح واقف نہیں ہوتے۔ اس کیلئے ہم اُن کو چند کتابیں ہی پڑھا سکتے ہیں حالانکہ یہ کافی نہیں۔ باہر کئی پیچیدہ مسائل پیش آ جاتے ہیں جنہیں ایسے لوگ حل نہیں کر سکتے۔ کیونکہ چند کتابیں دینیات کی پڑھنے سے دین کے لاکھوں مسائل کا علم نہیں ہوسکتا۔ اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یا تو ان کو سُبکی ہوتی ہے اور یا پھر وہ غلط مسائل بتا دیتے ہیں۔ یہ بات بِالخصوص یورپ میں بہت خطرناک ثابت ہوسکتی ہے اور پھر غلط مسائل کا نکالنا مشکل ہو جاتا

ہے۔لوگ یہی کہتے ہیں کہ سب سے پہلا فقیہہ جو آیا تھا اس نے ہمیں یہی بتایا تھا۔
پس ضروری ہے کہ ایسے مبلغ ہوں جو دین کے پورے ماہر ہوں (مجھے یاد آیا یورپ میں تین نہیں بلکہ چار مشن تحریک جدید کے ماتحت قائم ہیں۔ پولینڈ، البانیہ، ہنگری اور اٹلی۔اور ان سب پر اس خرچ سے آدھے سے بھی کم خرچ ہوتا ہے جو انگلستان کے مشن پر ہوتا ہے)۔تو ہمیں اس امر کی سخت ضرورت ہے کہ ایسے آدمی مہیا کریں جو دین کے بھی ماہر ہوں اور غیر ملکی زبانیں بھی جانتے ہوں اور اس کیلئے ہمیں ایک خاص سکیم تیار کرنی پڑے گی۔ یا تو ایسے آدمیوں کو جو مولوی ہوں انگریزی پڑھانی پڑے گی اور یا پھر انگریزی دانوں کیلئے عربی اور دینیات کی تعلیم کا انتظام کرنا پڑے گا۔ پہلے تو جو بھیجے گئے ہیں وہ اِسی نقطۂ نگاہ کو مدنظر رکھ کر بھیجے گئے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام جہاں جہاں بھی ممکن ہو جلد سے جلد پہنچایا جائے۔اس لئے فوراً جو مل سکے وہ بھیج دیئے گئے تا وہ نام پہنچائیں اور تعلیم دینے والے بعد میں آئیں گے۔ اِس وقت جو پانچ مشن مغربی ممالک میں ہیں ان میں سے دو میں تو مولوی فاضل مبلغ کام کر رہے ہیں اور تین انگریزی دان ہیں جنہیں دینی تعلیم حاصل نہیں اور ہم نے اُن کو یونہی بھیج دیا ہے۔ان کی جگہ ہمیں ایسے لوگ بھیجنے ہوں گے جو عالم ہوں اور ان کو بُلا کر یا تو فارغ کرنا پڑے گا اور یا ایسے رنگ میں ان کو تعلیم دینی پڑے گی کہ وہ پھر واپس جا کر مشن کا چارج لے سکیں۔ نئے مشنوں کیلئے ہمیں ابھی سے انتظام کرنا چاہئے کہ یا تو مولوی انگریزی پڑھ سکیں اور یا پھر انگریزی دان عربی اور دینیات کی تعلیم حاصل کر سکیں اور یہ سالہا سال کا مسلسل کام ہے۔
اب ہم ایسے مقام پر پہنچ گئے ہیں کہ اکثر ممالک میں تین چار سال کے عرصہ میں مفت مشن کھول سکیں گے۔اب بھی کئی جگہ مبلغین یا تو کُلّی طور پر اپنا خرچ خود برداشت کر رہے ہیں یا کچھ ہم دیتے ہیں اور باقی وہ خود کماتے ہیں اور مجھے امید ہے کہ کچھ مزید تجربہ کے بعد کوئی نہ کوئی صورت ایسی پیدا ہو جائے گی کہ مبلغین اپنے گزارے آپ کر سکیں۔صرف تبلیغی لٹریچر یا مبلغین کی ٹریننگ ہمارے ذمہ ہوگی۔ان کے علاوہ ہندوستان کیلئے ہمیں پیشہ ور مشنری تیار کرنے ضروری ہیں اور یہ چمڑے کے کام، بوٹ سازی وغیرہ اور لوہار ترکھان کے کام سکھانے کیلئے جو کارخانہ جاری کیا گیا ہے اس کی غرض یہی ہے کہ ہم اچھے بوٹ ساز، اچھے لوہار اور اچھے ترکھان پیدا کریں جو دین کے بھی عالم ہوں۔ تا وہ جہاں جائیں، خواہ بسلسلۂ ملازمت یا اپنے طور پر کام کرنے کیلئے وہ اچھے عالم اور مبلغ بھی ہوں۔اس میں شک نہیں کہ ایسے

کاموں پر مبلغوں سے زیادہ خرچ آتا ہے کیونکہ ان کو سکھانے کیلئے لکڑی، لوہا اور چمڑا ضائع کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ اگر وہ ضائع نہ کیا جائے تو وہ سیکھ نہیں سکتے۔ اس لئے یہ کام بہت اخراجات چاہتے ہیں اور اس کیلئے بہت توجہ کی ضرورت ہے۔ مگر کچھ تو روپیہ کی کمی کی وجہ سے اور کچھ دوسرے کاموں کی طرف توجہ کی وجہ سے ہم اس کی طرف پوری توجہ نہیں دے سکے میرا ارادہ ہے کہ اس کام کو بھی مستقل بنیاد پر قائم کیا جائے۔ اور اگر یہ سکیم کامیاب ہو جائے تو سینکڑوں نوجوان کام پر لگ سکتے ہیں جو ساتھ ہی مبلغ بھی ہوں گے۔ میں نے سوچا ہے کہ ان سب باتوں کیلئے کم سے کم سات سال کی سہولت ہمیں ملنی چاہئے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے یقین ہے کہ ایسا فنڈ قائم ہو جائے کہ سب کام آسانی سے چل سکیں اور مزید چندوں کی بھی ضرورت نہ رہے۔ اور ہم بغیر چندوں کے ہی اِس قابل ہو سکیں کہ ایک طرف تو بیرونی ممالک میں ایسے مبلغ بھیج سکیں جو ماہر دین بھی ہوں اور دوسری طرف سینکڑوں ایسے لوہار، ترکھان اور چمڑے کا کام کرنے والے نوجوان پیدا کر دیں جو دین کے عالم بھی ہوں اور جو ہندوستان کی سب منڈیوں میں پھیل جائیں اور اپنا کام کرنے کے علاوہ وہاں قرآن کریم اور احادیث کا درس بھی دے سکیں اور تبلیغ بھی کریں۔ اسلام کی تبلیغ دراصل اِسی طرح ہوئی ہے۔ ان بزرگوں کے ناموں کو اگر دیکھا جائے جنہوں نے اسلام پھیلایا ہے تو ان کے ناموں کے ساتھ ایسے القاب ہیں کہ فلاں رسیاں بٹنے والا تھا، فلاں بوٹ بنانے والا تھا، فلاں گھی بیچنے والا تھا۔ دراصل صوفیاء نے تبلیغ اسلام کا یہ ذریعہ نکالا تھا کہ وہ اپنے شاگردوں کو ایسے پیشے سکھاتے کہ وہ اپنا پیٹ پالنے کے قابل ہو سکیں اور پھر اُنہیں باہر بھیج دیتے تھے کہ جا کر اپنا کام بھی کریں اور ساتھ تبلیغ اسلام بھی۔ یہی ایک ذریعہ ہے جس میں اگر ہم کامیاب ہو جائیں تو لاکھوں مبلغ مُفت ملک کے کونہ کونہ میں بھیج سکتے ہیں۔ مردم شماری کے اعداد و شمار کی رُو سے جو اس سال شائع ہوئے ہیں، ہمارے ملک کی آبادی ساڑھے سینتیس کروڑ ہے۔ اس میں سے اگر نصف بھی مرد ہوں تو گویا پونے انیس کروڑ مرد ہیں۔ ان میں سے اگر آدھے جوان ہوں تو قریباً ۹ کروڑ جوان مرد ہیں اور اندازہ کیا گیا ہے کہ ہر سَو میں سے کم سے کم بیس پیشہ ور ہیں اور باقی جو ۸۰ فیصدی ہیں وہ زراعت یا تجارت یا ملازمت کرتے ہیں۔ گویا ہمارے ملک میں کم سے کم ایک کروڑ اسّی لاکھ انسان پیشہ ور ہیں یعنی دھوبی، نائی، درزی، موچی، لوہار، ترکھان وغیرہ۔ اور اگر ہم پوری کوشش کریں اور ان ایک کروڑ اسّی لاکھ میں سے سواں حصہ بھی لے لیں تو بھی گویا ہمارے لئے اس میدان میں ایک لاکھ اسّی ہزار اپنے آدمی

داخل کر دینے کی گنجائش ہے۔ اور اگر اتنے آدمی سارے ملک میں پھیل جائیں تو بیس پچیس سال میں سارا ملک احمدی ہوسکتا ہے اور یہ سکیم ایسی ہے کہ اسے جتنا بھی پھیلایا جائے اتنی ہی کامیابی ہوسکتی ہے۔

اس کے علاوہ یتیموں اور بیواؤں کی پرورش کا سوال بھی میرے سامنے ہے اور یہ بہت بڑے ثواب کا کام ہے۔ اور اس طرح وہ طبقہ جو عام طور پر نظر انداز ہوتا ہے، وہ نمایاں طور پر آگے آسکتا ہے اور ایسے لوگ دین کے خادم بننے کے علاوہ اپنی روزی بھی کما سکتے ہیں۔ مگر یہ کام ایسے ہیں کہ جن پر مبلغین کی تیاری سے زیادہ خرچ آتا ہے۔ کیونکہ اوّل تو پیشہ ور اُستاد بہت مشکل سے ملتے ہیں اور پھر یہ کام سکھانے کیلئے بہت سا سامان ضائع کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے جب تک اس سکیم کو ایسا مکمل نہ کرلیا جائے کہ یہ اپنا بوجھ خود اُٹھالے اُس وقت تک کامیابی مشکل ہے۔ شروع میں اس سکول میں نو طالب علم لئے گئے تھے اور میرا خیال تھا کہ ہر سہ ماہی پر ہم مزید نو لڑکے لیتے جائیں گے اور اگر مزید کامیابی ہوتی تو اِس وقت اسّی طالب علم ہوتے۔ مگر اِس وقت ہیں صرف بیس۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھے جو مشورہ دیا گیا تھا وہ صحیح نہ تھا اور جتنے عرصہ میں مجھے بتایا گیا تھا کہ یہ لڑکے اپنی روزی کمانے کے قابل ہوسکیں گے وہ غلط تھا۔ کیونکہ وہ لڑکے ابھی تک بھی اپنی روزی کمانے کے قابل نہیں ہوسکے۔ دراصل اس قابل ہونے کیلئے تین چار سال درکار ہیں۔ اور یہ طالب علم جوں جوں کام سیکھتے جائیں گے، اپنی روزی کمانے کے قابل ہوتے جائیں گے اور اس طرح بیواؤں اور یتیموں کا سوال خود بخود حل ہوتا جائے گا اور مبلغ بھی تیار ہوتے جائیں گے۔

ان سب باتوں پر غور کر کے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اس سکیم کو کم سے کم سات سال تک ممتد کیا جائے۔ اور اس عرصہ میں ہم کوشش کریں کہ یہ کام اپنا بوجھ آپ اُٹھا سکیں اور یہ ایک ایسی بات ہے کہ اگر ہم اس میں کامیاب ہوجائیں تو یہ ہمارا اتنا بڑا کارنامہ ہوگا کہ جس کی کوئی مثال موجودہ زمانہ میں نہیں مل سکے گی۔ اس میں شک نہیں کہ دیال باغ وغیرہ میں ایسی سکیمیں کامیاب ہوچکی ہیں مگر وہ کوششیں صرف ایک گاؤں کے متعلق ہیں اور ان پر لاکھوں روپیہ خرچ ہو رہا ہے۔ مگر ہم نے ساری دنیا میں مبلغ بھیجنے ہیں۔ ایک گاؤں کی اصلاح کرنا اور بات ہے اور ساری دنیا میں مبلغین کا پھیلانا اور اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص کہے کہ دیکھو فلاں عورت تو اپنے گھر میں بڑے اطمینان کے ساتھ روٹیاں پکا لیتی ہے اور تم جلسہ سالانہ پر روٹیوں کے انتظامات کیلئے اِس قدر گھبراہٹ کا اظہار کرتے ہو۔ آگرہ کے پاس ایک

گاؤں خاص سکیم کے ماتحت نیا بنالینا اور ساری دنیا میں تبلیغ کیلئے آدمی تیار کرنا اور پھر ان کی علمی اور اخلاقی نگرانی کرنا ان دونوں باتوں میں بہت فرق ہے۔اس وقت امریکہ میں کئی ایسے سکول ہیں جو دیال باغ کی طرح کام کررہے ہیں۔مگر ہم نے تو دنیا میں مبلغین پھیلانے ہیں۔اور پھر ایک بہت بڑی دقت یہ ہے کہ ہم وہ لوگ ہیں جو تجارتی اور صنعتی کاموں سے واقف نہیں۔ میں خود جو اس کام کو چلا رہا ہوں زراعت پیشہ ہوں اور نہ معلوم سینکڑوں یا ہزاروں سال سے ہمارا خاندان تجارتی کاموں سے بے تعلق چلا آتا ہے۔اس لئے اگر خدا تعالیٰ ہمیں اس میں کامیاب کردے تو یہ ایک ایسا کام ہوگا جس کی نظیر دنیا میں نہیں مل سکے گی۔مگر یہ ساری کامیابی توجہ، دیانت داری اور تعاون کو چاہتی ہے اور مجھے افسوس ہے کہ ابھی جماعت میں تعاون کی روح پیدا نہیں ہوئی۔

عورتوں کے متعلق میں نے ایک سکیم بنائی تھی اور اس کیلئے خود روپیہ دیا تھا اور لجنہ کے ذریعہ کوشش کی تھی کہ غریب عورتیں کام کریں۔اور میں جانتا ہوں کہ یہاں بہت سی عورتیں ایسی ہیں کہ جن کو وہ کام کرنا چاہئے تھا مگر میں نے دیکھا ہے کہ وہ گزارہ کیلئے مانگتی تو تھیں مگر کام یہ کہہ کر کرنے سے انکار کردیتی تھی کہ مزدوری تھوڑی ہے۔حالانکہ یہاں جو مزدوری ہم دیتے تھے وہ اُس سے ڈیوڑھی تھی جو امرتسر میں اسی کام کیلئے ملتی ہے۔مگر وہ اس اُجرت پر کام نہیں کرتی تھی اور گھر بیٹھی درخواستیں لکھوالکھوا کر بھیجتی رہتی تھیں کہ ہمیں فلاں ضرورت ہے، فلاں حاجت ہے، ہماری مدد کی جائے۔حالانکہ میں نے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ اس کام سے جو آمدنی ہوگی وہ بھی غرباء پر ہی خرچ ہوگی۔انہیں تو چاہئے تھا کہ اگر مزدوری کم بھی تھی تو کام کرتیں۔امرتسر میں اگر ایک ازار بند بنانے کی اُجرت ایک پیسہ ہو اور یہاں صرف دھیلا بلکہ دمڑی ملتی پھر بھی ان کو چاہئے تھا کہ کام کرتیں کیونکہ وہ آمدنی پھر غرباء میں جانی تھی۔مگر انہوں نے ڈیوڑھی دُگنی مزدوری لے کر بھی کام کرنا پسند نہ کیا۔اور یہ ایک بہت بڑا نقص ہے جس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ہماری جماعت تاجر نہیں۔ ہمارے لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ کام وہ کرنا چاہئے جس میں پورا گزارہ ہوسکے۔حالانکہ بہتر یہ ہے کہ جو کام بھی ملے وہ کرلیا جائے اور پوری محنت کرنے کے بعد اور پورا وقت کام کرنے کے باوجود اگر گزارہ نہ ہو تو انسان کا حق ہے کہ امداد کی درخواست کرے۔ایک شخص پورا وقت کام کرتا ہے مگر پھر بھی دو روپیہ ہی کما سکتا ہے تو اس کا حق ہو جاتا ہے کہ اس کی باقی ضرورتیں جماعت پوری کرے۔کیونکہ جو شخص بتا دیتا ہے کہ روزانہ چھ گھنٹے کام کرنے کے باوجود اسے دو روپے ہی

مل سکے ہیں وہ سائل نہیں اور اس کا حق ہے کہ جماعت اس کی امداد کرے۔لیکن جو اس خیال سے کام ہی نہیں کرتا کہ دو روپے میں اس کا گذارہ نہیں ہوسکتا اور پھر خواہش رکھتا ہے کہ اس کی ضرورتیں جماعت پوری کرے وہ سائل ہے اور سوال کو روکنے کی اسلام نے حد درجہ کوشش کی ہے۔

پس میں امید رکھتا ہوں کہ جماعتیں اپنی ذمہ واری کو سمجھیں گی اور کوشش کریں گی کہ اس معیار کے مطابق جو چندہ کا میں نے مقرر کیا ہے چندہ دیں۔ میں جانتا ہوں کہ اگر میں یہ تحریک کرتا کہ گزشتہ سال جتنا چندہ دیا گیا ہے اُس سے زیادہ دیا جائے تو جماعتیں یقیناً زیادہ دیتیں۔مگر اب کے میں نے کم کیلئے کہا ہے۔بعض لوگ سُستی کریں گے اور خیال کرلیں گے کہ شاید اب ایسی ضرورت نہیں رہی۔ اقوام جب کمی کی طرف آتی تو اُس وقت اُن کا قدم تنزّل کی طرف اُٹھا کرتا ہے۔اس لئے یہ سال چندہ کے لحاظ سے نازک سال ہے۔ کیونکہ کئی لوگ کمی کا نام سن کر ہی خیال کرلیں گے کہ اب ضرورت نہیں اس لئے کمی کے وقت ہمیشہ یہ احتیاط کرنی چاہئے کہ بالکل بند ہی نہ ہو جائے۔

تحریک جدید کے سب سے پہلے سال میں ایک لاکھ سات ہزار روپیہ کا وعدہ ہوا تھا اور اس سال بھی میں نے کہا ہے کہ اتنی ہی رقم جمع کی جائے۔ اگلے سال اِس سے دس فیصدی کم یعنی ۹۶۰۰۰، اس سے اگلے سال اس سے دس فیصدی کم اور اس طرح یہ رقم کم ہوتی جائے گی۔مگر جیسا کہ میں نے بتایا ہے کمی کے لفظ کے ساتھ ہی سُستی پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر میں اِس سال گزشتہ سال سے زیادہ کی تحریک کرتا تو میں سمجھتا ہوں مجھے اس کے متعلق دوسرے خطبہ کی ضرورت پیش نہ آتی اور لوگ خود بخود ہی خیال کرلیتے کہ ابھی تک نازک وقت موجود ہے۔ پہلے سال ایک لاکھ سات ہزار کے وعدے ہوئے تھے، دوسرے سال ایک لاکھ سترہ ہزار کے اور تیسرے سال ایک لاکھ ۴۵ ہزار کے اور اگرچہ یہ پورے وصول نہیں ہوئے مگر بہر حال وصولی میں بھی ہر سال پہلے سال سے زیادتی ہوتی چلی گئی ہے اور اگر اب بھی زیادہ کی تحریک ہوتی تو یقیناً دوست زیادہ جمع کر دیتے۔مگر کمی کی طرف آنے کی وجہ سے خطرہ ہے کہ سُستی نہ کریں۔ پھر جیسا کہ میں نے پہلے بھی کئی دفعہ کہا ہے دوستوں کو چاہئے کہ اپنے بقائے صاف کر دیں اور یا پھر معاف کرالیں۔ اگر وہ ادا کر سکتے ہوں تو اب بھی کر دیں۔ اگرچہ اب ادائیگی کا ثواب اُتنا تو نہیں ہوسکتا مگر اب بھی ادا کر کے وہ گناہ سے بچ سکتے ہیں اور یقیناً کچھ ثواب بھی حاصل کر سکتے ہیں۔اور جو ادا نہ کر سکتے ہوں کم سے کم معاف ضرور کرالیں۔ کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ اس طرح ایک تو وہ گناہ سے بچ

جائیں اور دوسرے آئندہ کیلئے انہیں خیال ہو کہ غلط وعدہ نہیں کرنا چاہئے۔ معافی مانگنے سے انہیں بے احتیاطی سے وعدہ کرنے پر شرم آئے گی اور آئندہ وہ ایسا نہیں کریں گے۔ اور دوسرے معافی لے لینے سے خدا تعالیٰ کی طرف سے انہیں وعدہ توڑنے کا گناہ نہیں ہوگا۔ اور تیسرے میری غرض یہ کہنے سے یہ بھی ہے کہ جو دے سکتا ہے وہ دے دے اور یہ دین کا فائدہ ہے اور جو واقعی نہیں دے سکتے وہ اگر معافی لے لیں تو اس میں ان کا اپنا فائدہ ہے۔

پس وہ تمام لوگ جو پہلے سال کا چندہ نہیں دے سکے، جو دوسرے سال کا نہیں دے سکے اور جو تیسرے سال کا نہیں دے سکے، وہ یا تو معافی لے لیں اور یا ادا کر دیں۔ تیسرے سال کیلئے تو ابھی بعض کیلئے میعاد باقی ہے۔ بعض کی میعاد جنوری تک ہے اور بعض کی جون تک۔ لیکن جو سمجھتے ہیں کہ میعاد کے اندر نہیں دے سکیں گے وہ اب بھی مُہلت لے لیں اور جو سمجھتے ہیں کہ بالکل ہی نہیں دے سکیں گے وہ معاف کرا لیں۔ اس سال کی تحریک کے متعلق میں پھر دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ کمی کا وقت نازک ہوتا ہے اور یہ امتحان اور آزمائش کا وقت ہوتا ہے، اس لئے سُستی نہ کریں۔ گو اِس وقت تک جو وعدے آرہے ہیں ان میں سے ایک کافی تعداد ایسی ہے جنہوں نے اب بھی تیسرے سال کے وعدہ سے زیادہ لکھایا ہے اور یہ ایمان کا ایک ایسا مظاہرہ ہے کہ جس کی نظیر دوسری جگہ نہیں مل سکتی۔ جو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ جماعت گر رہی ہے اور دہریت کی طرف جا رہی ہے، ان سے میں کہتا ہوں کہ وہ غور کریں کیا یہ دہریوں کی علامت ہے؟ اِس وقت جب ہر طرف مالی تنگی ہے، غلّوں کی قیمتیں گر رہی ہیں، پھر قادیان کے لوگوں پر جبری قرضہ لگا دیا گیا ہے اور ساتھ امانتیں جمع کرانے کی بھی تحریک ہے اور ایسے وقت میں جب انجمن کے کئی لاکھ کے چندے بھی ہیں پھر بھی دوست کہہ رہے ہیں کہ ہم پہلے سے زیادہ دیں گے۔ کیا یہ دہریوں یا بے دینوں کی علامت ہے؟ نہیں بلکہ یہ چیز بتاتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِس زمانہ میں جبکہ خدا تعالیٰ پر بالکل مٹ چکا تھا اور دنیا کو دین پر مقدم کیا جاتا تھا ایک غریب ملک میں جو غیر ملکی لوگوں کے قبضہ میں ہے اور غلام ملک ہے، ایک ایسی زندہ جماعت قائم کر دی جو دین کیلئے ہر قسم کی قربانی کرنے کیلئے تیار ہے اور یہ ایک بہت بڑا معجزہ ہے۔ پہلے سال میں نے صرف ۲۷۰۰۰ روپے کی تحریک تین سال کیلئے کی تھی اور کئی لوگوں نے کہا تھا کہ جماعت یہ روپیہ کہاں سے دے گی اور صدر انجمن کے چندوں کے بقایوں کی وجہ سے خیال کیا جاتا تھا کہ تین سال کے عرصہ میں بھی

یہ رقم پوری نہیں ہو سکے گی۔ مگر تحریک پر ایک ہفتہ بھی نہ گزرا کہ جماعت نے ۲۷۰۰۰ روپیہ نقد جمع کر دیا۔ یہ ایک ایسا زندہ نشان ہے کہ جس کی مثال نہیں مل سکتی۔ کسی معترض کو یہ نظر آئے یا نہ آئے مگر یہ ایک ایسی بات ہے کہ اگر اسے کسی غیر شخص کے سامنے رکھا جائے تو وہ تسلیم کرے گا کہ ایسے مُردہ ملک میں ایک زندہ جماعت ہے۔ بے شک میں کہتا رہتا ہوں کہ جماعت سُستی کرتی ہے مگر یہ سُستی نسبتی ہے، دوسروں کے مقابلہ میں سُستی نہیں۔ میرا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس معیار کی نسبت سے سُستی ہے جس کا خدا تعالیٰ مطالبہ کرتا ہے، ورنہ دوسری اقوام کی طوعی قربانیوں سے یہ قربانی بہت بڑھ کر ہے۔ بے شک جماعت کا ایک حصہ ایسا بھی ہے جو فی الواقع سُستی کرتا ہے لیکن ایک حصہ ایسا بھی ہے جو قرآن کریم کی اس آیت کا مصداق ہے کہ فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ قَضٰى نَحۡبَهٗ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّنۡتَظِرُ[1] بعض ایسے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے راستہ میں جان دے چکے ہیں یا یہ کہ اپنی نذریں اور وعدے پورے کر چکے ہیں۔ اور بعض خدا کی راہ میں مرنے کیلئے یا اپنے وعدوں کو وقت آنے پر پورا کرنے کیلئے منتظر ہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ یہ آیت ایک صحابی کے متعلق ہے جو بدر کی لڑائی میں شامل نہ ہوئے تھے۔ رسول کریم ﷺ نے کسی مصلحت کی وجہ سے لوگوں کو بتایا نہیں تھا کہ اس موقع پر ایسی سخت جنگ ہونے والی ہے۔ اس لئے بعض صحابہ شامل نہ ہو سکے۔ جب صحابہ لڑائی سے واپس آئے اور لڑائی کے حالات سنائے تو ایک صحابی جو انصاری تھے اور بڑے مخلص تھے، وہ سنتے اور انہیں رہ رہ کر غصہ آتا اور بار بار کہتے کہ کاش! میں وہاں ہوتا اور تمہیں بتاتا کہ میں کیا کرتا۔ سننے والے خیال کرتے تھے کہ انہیں یونہی غصہ آرہا ہے۔ آخر اُحد کی لڑائی کا وقت آگیا اور پھر اس لڑائی کا وہ موقع آیا جب ایک غلطی کی وجہ سے فتح کے بعد اسلامی لشکر تتر بتر ہو گیا اور رسول کریم ﷺ کے اردگرد صرف بارہ صحابی رہ گئے۔ اور پھر ایک ایسا ریلا آیا کہ وہ بارہ بھی پیچھے دھکیلے گئے اور رسول کریم ﷺ اکیلے رہ گئے۔ اور کفار نے پتھر مار مار کر آپ کو بیہوش کر دیا۔ اُس وقت جو صحابہ آگے بڑھ سکے بڑھے اور شہید ہو ہو کر آپ کے اوپر گرتے گئے اور اس طرح آپ لاشوں کے نیچے دب گئے اور یہ خیال ہو گیا کہ آپ شہید ہو چکے ہیں۔ لیکن یہ صحابی فتح کے بعد پیچھے ہٹ کر کچھ کھانے میں مشغول ہو گئے تھے اور انہیں ان حالات کا علم نہ تھا۔ انہوں نے فتح کے وقت شاید یہ خیال کیا کہ اب تو صرف مال میں سے ہی حصہ لینا باقی ہے وہ نہ لیا تو کیا۔ وہ بھوکے تھے اس لئے ایک طرف جا کر کھجوریں کھانے لگے۔ انہیں یہ معلوم ہی نہ تھا کہ جنگ کا نقشہ پھر بدل گیا ہے۔ جب یہ خیال پیدا ہوا کہ آنحضرت ﷺ شہید ہو گئے ہیں تو

حضرت عمرؓ جیسا بہادر شخص بھی صبر کھو بیٹھا اور ایک پتھر پر بیٹھ کر بچوں کی طرح رونے لگا۔ وہ صحابی ادھر سے گزرے اور حضرت عمرؓ کو دیکھ کر کہا کہ عمر کیا بات ہے۔ مسلمانوں کو فتح حاصل ہو چکی ہے اور تم بیٹھے رو رہے ہو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیا تمہیں پتہ نہیں کہ جنگ کا نقشہ بدل چکا ہے اور حضرت رسول کریم ﷺ شہید ہو چکے ہیں۔ اس کے ہاتھ میں اُس وقت ایک دو کھجوریں باقی تھیں۔ حضرت عمرؓ سے یہ بات سُنی تو کھجوریں پھینک دیں اور کہا کہ عمر! پھر یہ رونے کا وقت نہیں۔ جب آنحضرت ﷺ شہید ہو گئے تو اب ہمارا بھی اِس دنیا میں کوئی کام نہیں۔ چنانچہ اُنہوں نے تلوار نکال لی اور ہزاروں کے لشکر میں جا گھسے اور شہید ہو گئے۔ جب اُن کی لاش نکالی گئی تو اُس کے ۷۰ ٹکڑے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ آخر تک تلوار چلاتے رہے۔ اس لئے ان کافروں نے غصہ میں آکر ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔[۲] بعض روایات میں ہے کہ یہ آیت ان کے متعلق ہے۔ مگر یہ بات غلط ہے کہ قرآن کریم کی کوئی آیت کسی خاص آدمی کیلئے ہو۔ جب تک خدا تعالیٰ خود اس کا اظہار نہ کرے۔ مگر اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہ ایسے ہی لوگوں کیلئے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بعض لوگ ایسے ہیں جو اپنی جانیں قربان کر چکے ہیں اور بعض اس انتظار میں ہیں کہ کب موقع ملے او رقربان کریں۔ تو خدا تعالیٰ کے فضل سے ایسے ہزاروں لوگ جماعت میں موجود ہیں۔ بے شک بعض کمزور بھی ہیں مگر ایسے بھی ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ یعنی وہ جو اپنے وعدے پورے کر گئے۔ اور ایسے لوگوں کی موجودگی جماعت کی ترقی کا موجب اور فتح کی ضمانت ہے۔ وہ لوگ جو اپنے قول کے پکے ہیں، جو خدا تعالیٰ کے دین کیلئے اس کے بعض بندوں کے ہاتھ پر وعدہ کرتے ہیں اور پھر اسے پورا کر کے ہی چھوڑتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو خدا تعالیٰ کے فضل کو کھینچتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے ہی لوگوں کے متعلق فرماتا ہے کہ انہوں نے میرے لئے اپنے آپ کو قربان کر دیا۔ اس لئے ان کی کوششیں ناکام نہیں جانی چاہئیں۔

پس میں پھر توجہ دلاتا ہوں کہ کمی کے لفظ سے جماعت سُستی نہ کرے اور دوسری طرف جیسا کہ میں نے کہا ہے یہ کام بہت بڑا ہے اور اس میں تعاون کی ضرورت ہے، نہ صرف چندہ کے ذریعہ سے بلکہ کام کے ذریعہ سے بھی۔ قادیان کے لوگوں کو خصوصاً اِس طرف توجہ کی ضرورت ہے۔ غرباء کیلئے کام مہیا کرنے کی سکیم کا اس میں کیا شبہ ہے کہ پہلا فائدہ قادیان کے لوگوں کو پہنچے گا۔ اس لئے انہیں اس میں زیادہ قربانی کرنی چاہئے۔ مثلاً عورتوں کیلئے کام کی سکیم ہے اس کا بڑا فائدہ قادیان کے غریب خاندانوں

کو پہنچے گا یا کم سے کم جب تک ہم اس سکیم کو باہر نہ پھیلا سکیں، یہاں کی غریب عورتوں کو ہی اس وقت فائدہ پہنچ سکے گا۔ پس انہیں سمجھنا چاہئے کہ ان کے فائدہ کی جو سکیم ہے اس میں وہ شوق اور قربانی سے حصہ لیں۔ اگر تھوڑی مزدوری ہے تو بھی ان کو کوئی نقصان نہیں کیونکہ تھوڑی مزدوری سے یہی ہوگا کہ کام میں نفع زیادہ ہوگا اور یہ نفع سب کا سب ان پر ہی خرچ ہوگا۔ کیونکہ میں نے لجنہ اماء اللہ سے کہہ دیا تھا کہ اگر کوئی نفع ہو تو سلسلہ اس میں سے کوئی حصہ نہ لے گا بلکہ یہ نفع بھی غرباء میں تقسیم کیا جائے گا۔ بلکہ نفع کی صورت میں راس المال کو میں اِنْشَاءَ اللّٰہُ بڑھاتا جاؤں گا تا یہاں ایک بھی ایسی لاوارث یا بیوہ عورت نہ رہے جو بیکار رہو اور جو اپنا گزارہ اچھی طرح نہ چلا سکے۔ مگر چونکہ میرے ساتھ تعاون نہ کیا گیا اس لئے یہ کام اچھی طرح نہ چلا۔

پس اس کا کے چلانے کیلئے قادیان والوں کے تعاون کی ضرورت ہے۔ اس طرح دوسرے کاموں میں بھی تعاون کی ضرورت ہے۔ کیا ہمارے پیشہ وروں میں ایسے لوگ نہیں ہیں جو کچھ وقت خرچ کر کے ہماری مدد کر سکیں؟ ہمیں تو یہ پتہ نہیں کہ یہ کام کس طرح جلدی سکھائے جا سکتے ہیں اور کس طرح ان میں بچتیں ہو سکتی ہیں۔ ہماری مثال تو ان کاموں میں ایسے ہے جیسے کوئی شخص اندھیرے میں ہاتھ مارے خواہ اُس کا ہاتھ سانپ پر پڑ جائے خواہ ہیرے پر۔ اس لئے ضروری ہے کہ پیشہ ور دوست تعاون کریں اور ان کاموں کو اپنا رقیب نہ سمجھیں۔ کیونکہ یہ ان کیلئے بھی نفع کا ہی موجب ہوں گے، نقصان کا نہیں۔ اگر یہ محکمے ترقی کریں گے تو اس میں ان کی اولادوں کی بھی بہتری ہوگی۔ کیونکہ پیشہ ور لوگوں کی اولادیں ہی زیادہ تر یہ کام سیکھتی ہیں، کسی کو کیا پتہ ہے کہ کل ہی اس کی موت ہو جائے اور اس کی اولاد کو اس کی ضرورت پیش آجائے۔ یہ محکمے تو اس امر کی ضمانت ہیں کہ کل اگر اس کی اولاد کو ضرورت ہو تو اس کے کام آئیں گے۔ پس پیشہ ور دوست اپنے اوقات خرچ کر کے مشورے دیں اور امداد کریں کہ تھوڑے ہی عرصہ میں ان کاموں کو ترقی حاصل ہو جائے۔ انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ جب کسی کا جتھا بن جائے تو اس پیشہ کو ترقی ہوتی ہے نقصان نہیں۔ دیکھو! ایک گھر کا ملازم اگر کام چھوڑ دے تو کسی کو پتہ بھی نہیں لگتا۔ لیکن اگر کسی کارخانہ کے مزدور کام چھوڑ دیں اور سٹرائیک کر دیں تو گورنر تک اُن کو منانے کیلئے آتے ہیں۔ پس یہ بیوقوفی کی بات ہے کہ اگر ترکھان بڑھ جائیں گے تو مجھے کام کہاں سے ملے گا۔ وہ یہ کیوں نہیں سمجھتے کہ آبادی بھی اُس وقت تک بڑھ جائے گی اور اس کیلئے کام بھی بڑھ جائے گا۔ مثلاً اگر کوئی یہ خیال کرے کہ

ہم اِس وقت یہاں دس ترکھان ہیں اگر بیس ہوگئے تو ہمارے لئے کوئی کام نہیں رہے گا تو یہ بیوقوفی ہے۔ وہ یہ کیوں نہیں سمجھتا کہ کہ اس وقت تک یہاں کی آٹھ ہزار کی آبادی بھی تو سولہ ہزار ہو جائے گی۔ یہ باتیں اللہ تعالیٰ پر بدظنی ہیں۔

حضرت خلیفہ اوّل کے زمانہ میں صدر انجمن احمدیہ کے بعض ممبروں نے تحریک کی کہ جلسہ کے دن بجائے تین کے دو کر دیئے جائیں۔ کسی نے حضرت خلیفہ اوّل سے بھی اس کا ذکر کر دیا۔ آپ کا یہ طریق تھا کہ بعض اوقات جب آپ صدر انجمن احمدیہ پر قابض جماعت پر ناراض ہوتے اور اُن سے کوئی بات کہنا چاہتے تو اُن کی بجائے مجھے مخاطب کر کے کہہ دیتے اور مطلب یہ ہوتا تھا کہ میں اُن کو پہنچا دوں۔ جب آپ کو یہ بات پہنچی تو آپ نے مجھے لکھا کہ میاں! میں نے سنا ہے اب جلسہ کے دن تین کی بجائے دو کر دینے کی تجویز ہے مگر میں آپ کو توجہ دلاتا ہوں کہ لَا تَخْشِ مِنْ ذِی تَخْشٰی اقْلَالًا [۳] یعنی عرش والے خدا سے تم کمی کا خیال کیوں کرتے ہو۔ لوگ آئیں گے، ان کے ایمان اور اخلاص میں ترقی ہوگی اور اس طرح مال بھی زیادہ آئیں گے۔ چنانچہ میں نے یہ بات انجمن کو لکھ بھیجی اور جلسہ بجائے دو دن ہونے کے تین دن ہی کیلئے رہنے دیا گیا۔ پس پیشہ ور خدا تعالیٰ پر کیوں بدظنی کرتے ہیں۔ ان کاموں کی ترقی جماعت کی ترقی ہوگی اور پیشہ وروں کو بھی تقویت ہوگی۔ یہاں ایک زمانہ میں صرف ایک دو راج ہی تھے مگر اب بیسیوں ہیں۔ اور خدا تعالیٰ سب کو رزق دیتا ہے اور اس زمانہ کے لحاظ سے اب ان کی آمدنی دُگنی تین گنی ہے۔ اُس زمانہ میں یہاں مزدور تین چار آنہ روزانہ لیتا تھا اور راج اور ترکھان کی آمدنی آٹھ نو آنہ تھی مگر اب سَوا اور ڈیڑھ روپیہ راج اور ترکھان کی اُجرت ہے۔ اور آٹھ نو آنہ تو مزدور کو مل جاتے ہیں۔ پیشہ ور اپنی اولادوں کو جو کام سکھا سکتے ہیں ان محکموں میں اس سے بہت بہتر سکھانے کا انتظام ہوگا کیونکہ ہم باہر سے ماہرین بلائیں گے۔ اس لئے تمام افراد کو پورا پورا تعاون کرنا چاہئے کہ یہ محکمہ مضبوط ہو۔ تا ہم اِس قابل ہو سکیں کہ جلد سے جلد تمام ملک میں مبلغین پھیلا سکیں۔

اِس کے بعد میں دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ اب رمضان ختم ہونے کو ہے اور شاید دو دن ہی باقی ہوں گے اور رات تو شاید ایک ہی ہوگی اور یہ بات قریباً یقینی ہے کہ اتوار کو عید ہو جائے گی۔ کیونکہ بعض کے روزے ہفتہ کو تیس ہو جائیں گے۔ بعض جگہ چاند جمعرات کے روز نظر آ گیا تھا اور اس طرح ان کا پہلا روزہ جمعہ کا تھا تو گویا ۲ دن باقی ہیں۔ انسان کا قاعدہ ہے کہ جب اختتام کا

وقت قریب ہو تو جلدی جلدی چیزوں کو سمیٹتا اور کام ختم کرتا ہے۔ اس لئے ہمارے دوستوں کو چاہئے کہ ان دو دنوں میں خصوصیت سے دعائیں کریں۔ قادیان کے لوگوں کیلئے بِالخصوص بڑی ذمہ واری ہے۔ یہاں آبادی کے بڑھ جانے اور امن ہونے کی وجہ سے کئی لوگ سُست ہو گئے ہیں حالانکہ یہ مقام خشیت اللہ کیلئے مرکز بنایا گیا ہے۔ جب تک انسان خدا تعالیٰ کا خوف پیدا نہ کرے، ایمان سلامت نہیں رہ سکتا۔ جس طرح رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ مدینہ ایک بھٹی ہے جہاں گندہ انسان نہیں رہ سکتا[۴] اس طرح یہاں بھی وہ شخص جس کے ایمان میں نقص ہو چھپا نہیں رہ سکتا اور خدا تعالیٰ اسے ضرور ظاہر کر دیتا ہے۔ وہ ہم پر الزام لگاتے ہیں کہ ہم ان کو نکالتے ہیں۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کر کے فرماتا ہے اُخْرِجَ مِنْہُ الْیَزِیْدِیُّوْنَ۔[۵] جس کے ایک معنے یہ بھی ہیں کہ یہاں یزیدی پیدا ہوتے رہیں گے اور ہم ان کو نکالتے رہیں گے۔ ہم کسی کو یزیدی نہیں بناتے ہیں وہ خود بنتے ہیں اور ہم وہی کرتے ہیں جو خدا کا حکم ہے یعنی یہ کہ ان کو نکالو۔ دین کا معاملہ بہت نازک ہوتا ہے میں نے دیکھا ہے کئی لوگ ہیں جن کو چھوٹی چھوٹی باتوں پر ابتلا آ جاتے ہیں اور وہ یہ نہیں سمجھتے کہ ہم اس وقت ایک بلند مینار پر ہیں اگر یہاں سے گرے تو چکنا چور ہو جائیں گے۔ جو شخص زمین پر کھڑا ہو اور گرے تو وہ تو بچ سکتا ہے مگر جو مینار کے اوپر چڑھتا ہوا گرے اُس کو تو کوئی معجزہ ہی بچا سکتا ہے۔

پس قادیان کے لوگوں پر بڑی بھاری ذمہ واری ہے۔ اس لئے انہیں چاہئے کہ بہت دعائیں کریں، اپنے لئے بھی اور باہر والوں کیلئے بھی۔ باہر کے دوستوں کا مرکز والوں پر حق ہوتا ہے کیونکہ یہاں کے اکثر کام ان کے چندے سے چلتے ہیں۔ پھر ان مبلغین کا بھی بہت حق ہے جو باہر کام کرتے ہیں ان کے لئے بھی بہت دعائیں کرنی چاہئیں۔ پس دعائیں کرو اور بہت استغفار کرو اور رمضان شریف کا اِس قدر ثمرہ ہی لے لو کہ آئندہ کیلئے یہ نیت کر لو کہ اپنے اوپر ابتلاء کبھی نہیں آنے دو گے۔ آخر ایسے لوگ ہوتے ہی ہیں جو ابتلاء نہیں آنے دیتے۔ پھر کیوں تم ویسے نہیں بن جاتے۔ اس کیلئے صرف نیت کی ضرورت ہے۔ اگر ایک دفعہ نیت کر لی جائے تو پھر آدمی ٹھوکر سے بچ سکتا ہے اور اسے ہدایت مل ہی جاتی ہے۔ ہزاروں لوگ ہیں جن کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شناخت ہوئی مگر وہ ایمان اس لئے نہ لا سکے کہ ٹھوکر سے نہ بچ سکے۔ وہ اچھی طرح سمجھتے تھے کہ احمدیت سچی ہے مگر انتظار کرتے رہے۔ مثلاً

احرار کی شورش ہوئی تو خیال کرلیا کہ ذرا ٹھہر جائیں، دیکھ لیں اس کا کیا نتیجہ ہوتا ہے اور پھر انہیں موقع نہ ملا۔ کئی ایسے لوگ جو خیال کرتے ہیں کہ ذرا ٹھہر جاؤ۔ بعض اوقات مرنے سے پہلے شدید ترین دشمن ہو جاتے ہیں۔ لاکھوں آدمی ایسے ہیں کہ جن پر صداقت کھل چکی اور اگر وہ یہ نہ کہتے کہ اب ٹھہر جاؤ تو کبھی ٹھوکر نہ کھاتے۔ مجھے کئی ایسے لوگ معلوم ہیں جو دس پندرہ سال پہلے سلسلہ کے بہت قریب تھے مگر اب شدید ترین دشمن ہیں۔ اور صرف چند روز کے توقف نے ان کو ہدایت سے محروم کر دیا۔ انہوں نے چونکہ ہدایت کی قدر نہ کی، اس لئے اس سے محروم ہو گئے۔ اسی طرح مومنوں میں سے بھی بیسیوں ایسے لوگ ہوتے ہیں کہ جو ابتلاء میں آجاتے ہیں۔ صرف اِس لئے کہ وہ ارادہ نہیں کرتے کہ اپنے اوپر ابتلاء نہیں آنے دیں گے۔ جب کوئی شخص ایسا ارادہ کرلے تو خدا تعالیٰ اسے ضرور بچالیتا ہے۔ کیونکہ جو یہ کہے کہ خدایا! میں تیرا دامن پکڑتا ہوں اسے خدا تعالیٰ کبھی دھکا نہیں دیتا۔ ایسا کرنا خدا تعالیٰ کی شان کے خلاف ہے۔ جب سے آدم پیدا ہوئے اُس وقت سے لے کر اب تک کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی شخص خدا تعالیٰ کا دامن پکڑے اور کہے کہ میں ٹھوکر اور ابتلا میں نہیں پڑوں گا، اور خدا تعالیٰ نے اسے ٹھوکر سے نہ بچایا ہو۔ پس یہ بہت نازک دن ہیں۔ رمضان کے باقی وقت سے فائدہ اُٹھاؤ اور دعائیں کرو کہ اللہ تعالیٰ ابتلاؤں سے بچائے اور توبہ کرو تا ٹھوکر نہ کھاؤ۔ جن لوگوں نے ٹھوکر کھائی ہے وہ اگر یہ خیال کرتے کہ اگر وہ سب باتیں بھی صحیح ہیں جو وہ سمجھتے ہیں تب بھی ہم دوسروں کیلئے ٹھوکر کا موجب کیوں نہیں۔ یہ سلسلہ آخر میرا تو ہے نہیں۔ یہ تو خدائی سلسلہ ہے اور جو مجھ سے عداوت کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے سلسلہ سے دشمنی کرتا ہے وہ اپنے جرم کا خود اقرار کرتا ہے اور ثابت کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ پر اُسے ایمان نہ تھا۔ پس اپنے ایمانوں کو خدا تعالیٰ کیلئے بناؤ۔ پھر جس کے متعلق تمہیں بدظنی ہے اگر وہ بُرا ہے تو خدا تعالیٰ اسے بھی اچھا بنا دے گا۔ اور اگر اس میں وہ عیب نہیں ہے تو تمہیں ٹھوکر سے بچالے گا۔

پس بہت دعائیں کرو اور استغفار کرو کہ خدا تعالیٰ تمہیں دین کیلئے ٹھوکر نہ بنائے۔ تم خدا تعالیٰ کیلئے اپنے گھر بار اور عزیزوں رشتہ داروں کو چھوڑ کر آئے ہو اور اگر یہاں آ کر بھی کسی ٹھوکر کا شکار ہو جاؤ تو کس قدر بدنصیبی ہے۔ اِس لئے نیت کرلو کہ کسی ٹھوکر کا شکار نہ ہوگے اور بہت استغفار کرو۔ اگر تمہارے دل پر میل بھی لگ گئی ہوگی تو خدا تعالیٰ کا ہاتھ اسے دور کر سکتا ہے۔ تمہارا ہاتھ تمہارے دل تک نہیں پہنچ سکتا مگر خدا تعالیٰ کا پہنچ سکتا ہے۔ اس لئے اُسی کے آگے عجز و انکسار سے جھک جاؤ تا وہ تمہیں اچھا نمونہ

بنا دے اور باہر سے آنے والے تم سے ٹھوکر نہ کھائیں بلکہ تمہیں دیکھ کر ان کے ایمان مضبوط ہوں۔

(الفضل ۱۱؍دسمبر ۱۹۳۷ء)

---

۱ الاحزاب: ۲۴

۲ سیرت ابن ھشام جلد ۳ صفحہ ۸۸۔ مطبوعہ مصر ۱۹۳۶ء

۳ شمائل ترمذی باب ماجاء فی خُلُقِ رسول اللّٰہ ﷺ

۴ بخاری کتاب فضائل المدینة باب المدینة تنفی الخبث

۵ تذکرہ صفحہ ۱۷۶۔ ایڈیشن چہارم